ونصله جهنم وساء ت مصيرا﴾(النساء:١١٥)''اور جو کوئی راہ راست معلوم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے، اس کو ہم اسی طرف لوٹائیں گے جس طرف وہ مڑے اور اس کو جہنم میں داخل کرینگے، یہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے''۔اور دوسری جگہ یوں فرمایا﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليمo﴾(النور:٦٣)''جو لوگ اس رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ فتنے اور دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں''۔

اسلامی دنیامیں تاریخ ابن خلدون کی اہمیت اہل علم وفضل سے پوشیدہ نہیں۔اس مایہ ناز مقدمے میں صحابہ کرام کے بعد کے زمانے کی نسبت یوں فرماتے ہیں:(وانقسم الفقه فيهم إلى طريقتين طريقة أهل الرأى والقياس وهم أهل العراق ، وطريقة أهل الحديث وهم أهل الحجاز) (مقدمه ابن خلدون٢٧٢،اردو ترجمه ٢٦٧)۔

محدثین کرام بھی عامل بالحدیث تھے۔امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد ربیع بن سلمان سے کہا(يلقاني الرجال وأصحاب الحديث،منهم أحمد بن حنبل وسفيان بن عيينة والأوزاعي) (رحلة الشافعي للسيوطي ١٤)''مجھ سے اہل علم اور اصحاب الحدیث بھی ملتے رہتے ہیں مثلاً احمد بن حنبل،سفیان بن عیینۃ اور عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعی''۔

علامہ مقدسی ہندوستان کے سفرنامہ میں حالات منصورہ کے تحت رقمطراز ہیں'' کہ سندھ میں بھی مسلمان اہلحدیث بکثرت موجود تھے''۔

(اس موضوع پر مزید معلومات کے لئے تاریخ اہلحدیث مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (اردو)اور تاریخ اهل الحدیث مولانا احمد دہلوی(عربی)کا مطالعہ مفید رہے گا۔)

☆☆☆☆☆

تعلیمی انحطاط کا ذمہ دار کون؟

عبداللہ اصلاحی

جہالت کا تیرہ و تاریک دور گزر جانے کے بعد تعلیم کی اہمیت کو ہر قوم نے ہر دور میں مانا ہے۔ اس کی اشاعت کیلئے اپنے تئیں جدو جہد بھی کی اور اسکا پھل بھی پایا ہے۔ جہاں جہاں تعلیم عام ہوئی وہاں ترقی کی رفتار تیز ہوئی، اور اسی کے مطابق حیات انسانی کی ضروریات، سہولیات اور آسائشوں میں وسعت اور جدت آتی گئی۔ صحت، زراعت صنعت، مواصلات اور ذرائع ابلاغ غرضیکہ ہر شعبہ میں نت نئی ایجادات و ترقی کا سہرا انسان کے سر پر ہے، جو صرف اور صرف علم کا مرہون منت ہے۔ تعلیم کے شعبے میں بے انتہا ترقی ہوئی ہے اور ان علوم میں مزید وسعت و ترقی کے لئے انفرادی و اجتماعی کوششوں کا سلسلہ جاری ہے، اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

ترقی یافتہ اقوام ترقی کے ان مراحل سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہیں۔ وہ ان پر عمل پیرا ہو کر علم کے ثمرات سے مستفید ہو رہی ہیں۔

دنیا کی دیکھا دیکھی ہماری حکومت نے بھی اس امر کو مانا کہ تعلیم کے بغیر ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ اور اس کے لئے تجاویز اور منصوبے تیار کئے گئے۔ شرح خواندگی میں اضافہ، نئے سکولوں کے اجراء، اساتذہ کی تربیت اور تقرری، تدریسی معاونات کی فراہمی اور نصاب تعلیم کی تشکیل نو کے لئے مؤثر اقدامات کا عزم دہرایا گیا۔ لیکن ترقیاتی منصوبہ جات اور سالانہ بجٹوں میں کافی رقوم مختص کرنے کے باوجود ہم تاحال ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکے۔ تعلیمی منصوبہ سازوں، ماہرین تعلیم اور تعلیمی منتظمین کو اس بارے میں حقائق جاننے کی ضرورت ہے۔ حالات کا مکمل تجزیہ کر کے ان وجوہات کی نشاندہی کی جانی چاہئے، جن میں سے درج ذیل نہایت اہمیت کے حامل ہیں:

۱۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ تعلیم کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے، ہم سالانہ بجٹ میں دوسرے متعدد شعبہ جات کے مقابلہ میں اس کو کم ترجیح کیوں دیتے ہیں؟

۲۔ حکومتیں ملی تقاضوں کے ہم آہنگ تعلیمی پالیسی ہی مرتب نہیں کرتیں، یا اس وقت طے کرتی ہیں جب ان کے چل چلاؤ کا وقت ہوتا ہے۔ اس طرح انہیں اس پر عمل کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

۳۔ ہمارے اکثر تعلیمی منصوبے غیر ملکی مقاصد کے تحت بنتے ہیں، جو عام طور پر قومی تقاضوں سے متصادم بھی

ہوتے ہیں۔ پھر بد انتظامی کے باعث وسائل کے بے دریغ اور بے مقصد استعمال نے ہماری قوم کو ترقی دینے کے بجائے مزید تباہ کیا ہے۔

۴۔ بجٹ میں تعلیمی ترقی کے لئے رقوم مختص کرنے کے بعد بجٹ کے نام پر کٹوتی کے باعث ترقیاتی منصوبے مکمل نہیں ہوپاتے، یا ان کی تکمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے۔

۵۔ نئے تعلیمی اداروں کے اجراء اور نئے اساتذہ کی تقرری کے شاندار منصوبے تیار کرنے کے بعد ان کے لئے فنڈ فراہم نہ کرنا اور مسلسل پابندی (BAN) عائد کر کے بہتر نتائج کی توقع رکھنا ایسا ہی عبث ہے جیسے پودا لگانے کے بعد اسے پانی، روشنی اور ہوا سے محروم رکھا جائے اور عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے اس سے افزائش کی جھوٹی امیدیں وابستہ کی جائیں۔

علاوہ ازیں خالی تدریسی اسامیوں پر پابندی لگا کر بہتر تعلیمی معیار کے حصول کا خواب دیکھنا، نااہل اور غیر متعلقہ سیاسی افراد کے ذریعے ناکارہ اور کم صلاحیت یافتہ افراد کو بطور استاد مقرر کرنے کے بعد تعلیمی اداروں سے بہتر نتائج کی توقع رکھنا مضحکہ خیز بات ہے۔

ان تمام تضادات کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا یہ حصول تعلیم کی راہ میں رکاوٹ نہیں؟ اگر ان حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو نہایت بھیانک صورتحال سامنے آئے گی۔

ہم ارباب اقتدار سے درخواست کریں گے کہ وقت کی آواز کو سنیں، ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ صورت حال کا مکمل خلوص سے جائزہ لیں، جھوٹے اور پر فریب اعلانات، بے مقصد منصوبوں اور غیر مفید پالیسیوں سے اب بھی احتراز کریں۔ اپنی حقیقی ضروریات اور ترجیحات کا تعین کریں اور اپنے مقامی وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قابل عمل اقدامات کریں۔ اور یہ عہد کریں کہ تعلیم کے فروغ کے لئے زیادہ سے زیادہ وسائل فراہم کئے جائیں گے۔ نئے اداروں کے قیام اور اساتذہ کی تقرری پر کبھی پابندی عائد نہیں کریں گے۔ خالی اسامیوں کو فوری طور پر پُر کرنے کے لئے آسان ترین طریقہ اپنایا جائے گا۔ فوری عارضی تقرری کے لئے سربراہ ادارہ کو اختیارات تفویض کئے جائیں گے۔ ان امور پر فوری توجہ کر کے قومی تعلیمی ترقی کو درست سمت پر گامزن کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا تجاویز کو قابل عمل بنانے کیلئے اچھے تربیت یافتہ اساتذہ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ ہمارا تربیتی نظام علمیت، مہارت اور ذوق و شوق سے عاری ہے، اس مسئلے کے دو پہلو نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک کا تعلق اساتذہ سے ہے اور دوسرے کا طلبہ سے۔ دراصل اساتذہ اور طلبہ ایک خاص تہذیبی پس منظر سے تعلیمی ادارے

میں داخل ہوتے ہیں اور انہیں پھر اسی تہذیبی پس منظر کی طرف لوٹ کر جانا ہوتا ہے۔ حقیقت میں تو اسی شخص کو استاد بننا چاہیئے جو خاص علمی ذوق و شوق رکھتا ہو۔ لیکن یہاں نااہل شخص حادثاتی طور پر استاد بن جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ اعلیٰ ذہانت اور تعلیمی ذوق کے حامل افراد منفعت بخش شعبوں میں کھپ جاتے ہیں، اور پیچھے تلچھٹ رہ جاتی ہے جو تعلیمی نظام کے کارکنان مہیا کرتی ہے۔ ایسے اساتذہ سے ہم علمیت، مہارت اور ذوق و شوق کی توقع لگائے بیٹھے ہیں۔

دوسری طرف یہی صورت حال طلبہ کی ہے۔ میٹرک کے بعد اچھے نمبر لینے والے طلبہ اپنا مطمح نظر انجینئرنگ اور میڈیکل کو بنا لیتے ہیں، جو بچ جاتے ہیں وہ سی۔ایس۔ایس اور ایم۔سی۔ایس کو اپنی منزل قرار دیتے ہیں۔ بی۔اے کے بعد کچھ لوگ یونیورسٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے چلے جاتے ہیں اور باقی رہ جانے والے کالج آف ایجوکیشن میں پڑھ کر ٹیچر پوسٹ کے امیدوار بن جاتے ہیں۔ اس طرح ہم ان سطحی علمیت والے ٹیچروں سے طلبہ میں علمیت، مہارت اور ذوق و شوق پیدا کرنے کی توقع کر رہے ہیں۔

بدلتے ہوئے معاشرتی حالات بھی اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اساتذہ کی پیشہ ورانہ مہارت کو پروان چڑھایا جائے اور ان کے تعلیمی معیار کو بلند کیا جائے۔ ہمارے دوران ملازمت تربیتی پروگرام مکمل طور پر ناکام ہیں۔ جبکہ ایسے اساتذہ کی بہتات ہے جو پیشہ ورانہ لگن Commitment کی جگہ دوسری قسم کی "کمٹ منٹ" کے شکار ہیں۔ چنانچہ علمیت اور تعلیمی مہارت ضمنی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ دراصل علم کے بعد مہارت compe-tence) پیدا کر کے ہی یہی (Commitment) پیدا کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ غیر علمی (Commitment) راستے میں حائل نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

فاضل مضمون نگار نے تعلیم و تعلم کے میدان میں قومی انحطاط کے چند بنیادی اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ ادارہ "التراث" کی نگاہ میں تعلیمی انحطاط کے اور بھی بنیادی اسباب ہیں :

(۱) تعلیمی اداروں میں نقل کا رجحان:

نقل کے ذریعے امتحان پاس کرنے کی امید طلباء کو علم سے دور رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ یہ رسم طالب علم کو کلاس سے ذہنی طور پر غیر حاضر رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اور امتحان کے قریب طلباء ایک دوسرے سے اسباق میں مدد لینے کے بجائے نقل کے نئے نئے گر سیکھنے میں محو رہتے ہیں۔ دوران امتحان سپرنٹنڈنٹ کی آؤ

بھگت اور نگران اساتذہ کی چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں۔ اگر کوئی اصول پرست ان ''شریفانہ'' ہتھکنڈوں سے زیر دام نہ آئے تو لمبے ہاتھوں سے اوچھے ہتھکنڈے بھی ماڈرن فیشن کے طور پر اپنائے جاتے ہیں۔

معاشرہ اور انتظامیہ جن اساتذہ کو قوم کی تعلیمی پسماندگی کا ذمہ دار گردانتے ہیں وہ بھی نقل ہی کے بل بوتے پر ہنڈلے کر اس اہم ترین منصب پر ناجائز طور پر قابض ہیں۔

اساتذہ بھی سال بھر کی کام چوری کا کفارہ سمجھ کر اس میں بھرپور معاونت کرتے ہیں۔ اس طرح باصلاحیت طلباء بھی نقل کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات نااہل اچھے نمبروں سے پاس ہو کر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ لیتے ہیں اور اعلیٰ مناصب پر براجمان ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ باصلاحیت طلباء کی حوصلہ شکنی کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور یہ جعلی افرادی قوت اپنی علمی کمزوری اور نظریاتی پستی سے ملک کی بنیادیں کھوکھلی کرتے رہتے ہیں۔

(۲) طلباء تنظیمیں:

مغربی جمہوری نظام میں اگر کچھ خوبیاں بھی ہوں تو کم از کم پاکستان تو ان سے یکسر محروم ہے جب کہ اس کی خرابیاں قوم اور وطن کے انگ انگ میں روز افزوں روگ بن کر نمایاں ہو رہی ہیں۔ تعلیمی اداروں میں سرکاری طور پر طلباء یونین کے انتخابات کے ذریعے فرقہ بندی اور پارٹی بازی کو ہوا دی جاتی ہے جس کے تحت وہ اپنے فرائض سے سبکدوش رہتے ہیں، لیکن حقوق کے نام پر مظاہروں، ہڑتالوں اور تشدد کے ذریعے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں اور اساتذہ وانتظامیہ کا سکون برباد کرتے رہتے ہیں۔ جو کہ تعلیم و تعلم پر انتہائی مضر اثرات مرتب کرتے ہیں۔

پھر جب اس تعلیمی قربانی کے بعد حقوق ملنے کی باری آتی ہے تو بسا اوقات منتخب عہدیدار بک جاتے ہیں۔

(۳) آئے روز کی چھٹیاں:

زمانہ طالب علمی میں تدریسی دورانیے کے چند گھنٹے انسان کا سرمایہ حیات اور بہتر مستقبل کی اساس ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تعلیمی سال عملی طور پر ۱۰۰ دن سے بھی کم کا ہوتا ہے۔ سالانہ تعطیلات کے علاوہ مختلف قومی دنوں پر فضول گزیٹڈ چھٹیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً قوم کو '' کام کام اور بس کام'' کا نصب العین پیش کرنے والے بانی پاکستان کی پیدائش اور وفات کے دونوں تاریخی دن ''اجتماعی قومی بے کاری'' میں گزر جاتے ہیں۔ اس طرح اس قومی ہیرو کی ولادت اور رحلت آج تک 102 دنوں کے ضیاع کا باعث بن چکی ہے۔ ان نامعقول اور بے نتیجہ سرکاری تعطیلات کے علاوہ فرقہ بندی اور پارٹی بازی کو ہوا دینے والی بیسیوں ''مقامی تعطیلات'' اور درجنوں ''آدھی چھٹیاں'' منائی جاتی ہیں، جو تعلیمی انحطاط کے علاوہ فرقہ وارانہ تعصب کی آئینہ دار بھی ہوتی ہیں۔